

ستروہویں قسط

## تاریخ طبری کے مآخذ

نوشتہ: ڈاکٹر جواد علی، عراق اکاڈمی بغداد

ترجمہ: نثار احمد فاروقی، دہلی کالج دہلی

تاریخ روم | الطبری نے تاریخ روم کو تاریخ فارس خیال کے اس میں اختصار سے کام لیا ہے چنانچہ ان کے ہمارے میں جو کچھ تاریخ ایران میں پایا اسے فضول میں یک جا کر دیا۔

مگر فضل جس کا عنوان ہے: ”ذکوہ من ملک من الدوہ أرض الشام بعد رفع مسیح علیہ السلام الی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قول النصاری“ یہ بادشاہوں کے نام اور ہر بادشاہ کی مدت حکومت کی فہرست ہے۔ لیکن الطبری نے بادشاہوں کے زمانہ حکومت کو عیسوی سنہ سے ظاہر نہیں کیا ہے جو نصاریٰ کا معمول ہے، نہ اسے سکندر کے وقت سے شمار کیا ہے جیسا کہ بعض مورخین کرتے ہیں، نہ تقویم بھری، کی روسے، جس کا آغاز اس کے روم میں داخلے سے ہوتا ہے جو ہجری میلادی کا واقعہ ہے۔

تاریخ روم کو بھی فارس کی تاریخ سمجھ کر اس میں اختصار کرنا اسلامی مورخوں میں الطبری ہی کی بدعت نہیں ہے بلکہ یہ عام طریقہ ہے جس پر ہر اس مورخ نے عمل کیا ہے جو عام تاریخ، یا تاریخ عجم یعنی ایران و روم کے بادشاہوں کا حال لکھنے بیٹھا ہے۔

اس کا سبب شاید یہ ہے کہ اہل فارس مسلمانوں میں گھل مل گئے تھے مگر کچھ لوگ اپنی پرانی قومیت اور پھیلی تاریخ پر فخر کرتے تھے اور انھوں نے کتب تاریخ کی شکل میں اس قدیم ورثے کو محفوظ رکھا



پھر انہیں عربی زبان میں منتقل کر دیا۔ ادھر رومیوں اور مسلمانوں کا تصادم ہوا۔ ان دونوں کے مذہب اور عقائد میں صریح اختلافات تھے اس لئے یہ رومی اور وہ ایرانی ایک ہی موضوع بن گئے روم کے بادشاہ ملوک یونان اور ملوک رومیہ ہیں جسے طبری رومہ لکھتا ہے۔ اسی طرح سب مورخ لکھتے ہیں۔ ان سے روم کے قیصر مراد ہوتے ہیں۔ نسابین نے یونان کو آدمی بنا ڈالا ہے جس سے سلسلہ نسب چلا اور اس کی اولاد میں بنو نبطی ہوا اور ان دونوں کی طرف روم کو نسبت ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ یہ ”بنو رومی بن بنو نبطی بن یونان بن یافث بن نوح“ ہیں۔ نسابوں کی ایک جماعت نے انہیں عیسوی بن اسحق پیغمبر کی اولاد بتا دیا ہے۔ انھوں نے عیسوی بن اسحق کا نام توراۃ میں پڑھا ہوگا یا کسی اہل کتاب سے سن لیا ہوگا۔ مگر انھوں نے غلطی کی ہے۔ اس کی طرف یونان اور روم کی نسبت میں تو شک نہیں مگر عیسوی یا عیسو (ESAU) اور روم کی کوئی نسبت توراۃ میں درج نہیں ہے۔ عیسو تو آدم ہے جس کی نسل آدمی کہلاتی ہے اور یہ جبل سلع پر عرب کے مشرق میں آباد تھی جس جگہ یہ آباد ہوئے وہ آدم کہلانے لگی۔ یہ علاقہ نخوم اور جنوبی کنعان پر مشتمل ہے بعد میں پھیل کر طور سینا اور عرب کے پتھر بے علاقے (العربۃ الصخریہ) سے متصل ہو گیا۔ یہ وہ علاقہ ہے جسے ادومیوں سے بنو نبطیوں نے چھین لیا اور اس میں بس گئے تو یہ ان کے نام سے منسوب ہو گیا۔ مگر آدم اور روم میں کوئی نسبی رشتہ یا قرابت نہیں ہے۔ ابن الکلبی سے ایک روایت بیان ہوئی

۱۔ البلدان ۲۲۱/۴ ۲۔ دیکھو فہرست تاریخ طبری (مرتبہ دی غوے) ۱۹/۱، نسیخہ تاریخ سنن طبری

والانبیاء مولفہ حمزہ بن الحسن الاصغرہانی / ۴۶

۳۔ البلدان ۳۲۴/۴ ۴۔ البلدان ۲۳۴/۴ - اللسان ۱۵۰/۱۵

۵۔ اس لفظ کے معنی ہیں ”اشارہ کرنے والا“ یا ”کھردرا“ قاموس الکتاب المقدس ۲/۱۲۸-۱۲۹ HASTINGS p. 235

۶۔ آدم کے معنی ہیں سرخ۔ عیسیٰ بن اسحق کا لقب ہے۔ قاموس الکتاب المقدس ۱/۵۲

۷۔ قاموس الکتاب المقدس ۱/۵۳ HASTINGS p. 203



ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل روم انقیص کی نسل سے ہیں جو عیسوی کہلاتا ہے۔ یہ استحقاق پیغمبر کا  
 بتایا ہے اس سے قسطنطنیہ کے رومی اور روم کے بادشاہ پیدا ہوئے۔ ہمیں خبر نہیں کہ ابن الکلبی  
 ان کا جوڑ کیسے لاتا ہے اور اسے یہ نسب کس نے بتایا، غالباً ان لوگوں نے اہل کتاب کے مدعیان  
 علم سے یہ روایات لی ہیں جنہوں نے ان راویوں کے لئے جہالت سے گھر لیا ہے یا جیسی اس وقت  
 مشہور تھیں ان تک بجنسہ پہنچا دیا ہے۔ مگر ان دونوں میں سے ایک بات بھی نہیں ہے۔ یہ  
 ابن الکلبی کی اپنی گھڑنت ہے یا پھر ابن الکلبی جیسیوں نے گھڑی ہے جو ایسی من گھڑت باتیں اس  
 لئے شائع کرتے تھے کہ ان کی علمیت کا شہرہ ہو کہ ہر بات سے واقف ہیں اور قدیم تاریخ پر  
 خوب نظر رکھتے ہیں!

میرا خیال ہے کہ نام رکھنے کی یہ توجیہ عربوں میں روم کی عظمت کے زمانے میں آئی ہوگی جب  
 رومی پادریوں نے اپنا نفوذ بڑے علاقے پر جما لیا جس میں یونانی مقبوضات بھی شامل تھے۔ تو اس  
 وقت ان کے پیروں کو رومیہ یا رومانیوں کا پیرو کہا جانے لگا۔ یا قوت الحموی نے یہ نکتہ سمجھ  
 لیا تھا چنانچہ وہ لکھتا ہے: "بعضوں کا کہنا ہے کہ ان کو روم اس لئے کہا گیا کہ یہ شہر رومیہ کی  
 طرف اضافت ہے اور رومی زبان میں اس کا نام رومانس ہے، جب یہ لفظ عربی میں دخل ہوا تو  
 ان لوگوں کو رومی کہنے لگے۔"

اس سے بھی پہلے المستعودی نے یہ خیال ظاہر کیا۔ اس نے رومیوں کے یونان پر غلبہ حاصل  
 کرنے انہیں اپنے میں شامل کر لینے کی طرف یوں اشارہ کیا ہے: "ان کا نام تورہ گیا، ان کا ذکر ختم ہو گیا

۱۔ البلدان ۳/۳۲۷۔ اس سلسلے میں دوسری روایات بھی ہیں مگر ان کی کوئی علمی حیثیت نہیں ہے۔ یہ روم کی وجہ تسمیہ  
 کے سلسلے میں بیان ہوئی ہیں۔ التنبیہ والاشراف ۱۰۰/

۲۔ البلدان ۳/۳۲۱۔ رومیہ ہی روم ہے جسے رومیہ الکبریٰ کہا جاتا ہے اس کا ذکر کتب جغریہ میں ہے اسے رومیس  
 بادشاہ روم نے بنایا تھا۔ تاریخ العروس ۳۲۱/۸



اور سب مل کر روم ہی کی طرف منسوب ہو گئے، یہ

مورخین نے یونان اور روم کی زبانوں میں بھی فرق کیا ہے۔ ابن ساعد اللاندسی (متوفی ۴۶۲ھ) کہتا ہے: ”اور پانچویں امت روم ہے۔ اس قوم کا بڑا ملک ہے، جاہ و جلال والے بادشاہ ہیں، ان کا علاقہ بلاد یونان کے پاس ہے اور ان کی زبان یونان کی زبان سے مختلف ہے۔ چنانچہ یونان کی زبان افریقی ہے اور روم کی لاطینی۔“

یونان کی وجہ تسمیہ | تورات میں یوان کا نام آیا ہے۔ یہ رافقت الرابع کا بیٹا ہے جو یونانیوں کا ابوالآباء تھا۔ اس سے عام طور پر یونانیوں (IAON, IONIAN) یعنی (GREEK) مراد ہیں لفظ یوان (JAVAN) یا (JAON) ہی سے، میرے قیاس کے مطابق، عربوں نے لفظ یونان بنایا ہے اور اس لفظ کا اطلاق ان تمام قبائل پر کرنے لگے جو ہیلیاس وغیرہ میں رہتے تھے، اور اس شہنشاہیت کو کہنے لگے جس کا صدر مقام قسطنطنیہ تھا۔ اس لئے ان کے بادشاہوں کو بھی ملوک الیونانیین (یونانی ملوک) کہا گیا تا کہ انہیں ملوک رومیہ سے الگ پہچانا جائے جو روم کے پادری تھے۔

الطبری نے یونانی، ملک یونان اور یونانی باشندوں کا تذکرہ روم کے بالمقابل کیا ہے اس کا منشا وہ لوگ ہیں جنہیں آج ہم رومان کہتے ہیں۔ اس نے یہ بھی کہا ہے کہ سب سے پہلے جس نے قلوبطر کے بعد شام پر حکومت کی وہ جلیوس یولیوس تھا جو روم کا بادشاہ تھا۔ پھر أغسطس آیا جس نے ۵۶ سال حکومت کی۔ جب اس کی حکومت کو ۴۲ سال گزرے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ ان کی ولادت اور سکندر کے عروج میں تین سو تین سال کا وقفہ ہے۔ ان سے الطبری ان بادشاہوں کو

۱۔ التنبیہ والاشراف / ۱۰۰ ۲۔ طبقات الامم (طبع بیروت ۱۹۱۲ء) / ۲۳ ۳۔ التکوین: الاصحاح العاشر آیت ۲۔

داخلہ ایام الاول: الاصحاح الخامس۔ آیت ۷ قاموس الکتاب المقدس ۲/ ۵۵۷۔ ۴۔ HASTINGS P 427

۵۔ حمزة الاصغہانی: تاریخ سنی ملوک الارض والانبیاء / ۵۵۵

۶۔ الطبری ۲/ ۹ ۷۔ الطبری ۲/ ۱۰



مراد لیتا ہے جنہوں نے رومی بادشاہ قلو بطر کے بعد شام پر حکومت کی۔ یعنی باطرہ رومان۔  
 الطبری نے تاریخ فارس کی فصلوں میں روم کے متعلق جو باتیں گڈ کر دی ہیں اور انہیں ایک  
 ہی لڑی میں بہو کر روایتِ واحدہ بنا دیا ہے اس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ اس معاملے میں اس نے  
 تاریخ فارس کے مصادر پر نہ زیادہ اعتماد کیا ہے یا ان سے لیا ہے جو فارسی سے ترجمہ ہو کر آئے۔  
 اور تاریخ روم یا رومی زبان سے ترجمہ ہونے والی کتابوں سے کم اخذ کیا ہے۔ اس میں ایک خطرہ یہ رہتا  
 ہے کہ اہل فارس رومیوں کے دشمن تھے اس لئے ان کی کتابیں یا فارسی سے ترجمہ ہونے والی کتابیں  
 عصبیت کے اثر سے خالی نہیں ہو سکتیں۔ پھر یہ کہ جن مورخوں نے تاریخ فرس کی طرف توجہ دی یا اسکی  
 کتابوں کو فارسی سے ترجمہ کیا وہ سب فارسی الاصل تھے یا اس طبقے کے تھے جس کا میلان فارس کی  
 طرف مشہور ہے اس لئے الطبری نے فارس اور روم کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اسے قبول کرنے میں  
 ہمیں احتیاط کرنی چاہئے۔

کتابی روایات | بعض روایات کے آخر میں الطبری نے جو عبارتیں یا استدراک درج کیے ہیں جیسے:  
 ”وَأَمَّا الرُّومُ وَكَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْأَنْسَابِ“۔ ”یہ یا یہ قول“: ”فِي مَآذِرِ الرُّومِ...“ یا: ”فِي قَوْلِ الْفَارِسِيِّ وَ  
 أَهْلِ الْكُتُبِ...“ وغیرہ۔ یہ طبری نے کتابوں سے اخذ کئے ہیں۔ اس کی عادت ہے کہ لکھی ہوئی کتابوں  
 کے نام چھوڑ جاتا ہے اور صرف ایسے جملوں پر اکتفا کرتا ہے جو اوپر درج ہوئے یہی اس نے تاریخ  
 فرس میں اور دوسرے مقامات پر کیا ہے۔ یہ عبارتیں اس نے کتابوں اور دستاویزوں سے نقل کی  
 ہیں اور رجال پر بھروسہ نہیں کیا اس لئے سند بھی چھوڑ گیا۔

جن سے اخذ سے الطبری نے تاریخ روم نقل کی ہے ہمیں لازماً ان کتابوں کی طرف رجوع کرنا  
 ہوگا جو روم سے متعلق عربی میں لکھی گئی ہیں یا تاریخ و اخبار کی وہ کتابیں جو یونانی اور لاطینی زبانوں  
 سے ترجمہ ہوئیں۔ یہ خود ایک تحقیق کا موضوع ہے۔ عربی مراجع ابھی تک بہت کم ملتے ہیں اس سلسلے



کی بیشتر کتابیں یا تراجم ضائع ہو گئے پھر کتابوں میں ان کے نام تک نہیں ملتے اس سے ہم ان کے باب میں بالکل ہی ناواقف ہیں۔

ابن الندیم نے ان کتابوں کا ذکر کیا ہے جو تاریخ یا کہانیوں کے موضوع پر اہل روم نے لکھے اور وہ عربی میں ترجمہ ہوئیں۔ ان کتابوں کے ناموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قصص و حکایات میں تھیں اور ممکن ہے کہ قصہ گوئیوں، اخباریوں اور ناقلوں کی وضع کردہ ہوں۔ اس کا بیان ہے کہ ان میں ایک کتاب سس و دمن، کلیلہ و دمنہ کی طرح پر تھی۔ وہ کہتا ہے: ”یہ بہت ہی خشک اور اکتا دینے والی کتاب ہے اور شاید کسی کی گھڑنت ہے“ کتاب تاریخ الروم کے مولف یا مترجم کا نام ابن ندیم نے نہیں لکھا۔ حمزہ اصفہانی نے یونانیوں کے اخبار میں ایک کتاب کا ذکر کیا ہے جسے موصل کے پادری حبیب بن بہرچہ نے تالیف کیا تھا یا یونانی سے ترجمہ کیا تھا۔ اس سے اس نے یونانی بادشاہوں کے سنین اور تاریخیں اخذ کی ہیں۔ یہ حبیب وہی ہے جس نے المامون کے لئے کئی کتابوں کی شرح لکھی تھی۔

یادریوں کی تصانیف | بعض پادریوں نے بھی تاریخ کی کتابیں لکھیں اور ان میں لاطینی و یونانی تصانیف پر اعتماد کیا پھر ان مولفات سے بعد کے مورخین نے اخذ کیا۔

المستعوی (متوفی ۳۴۵ھ یا ۳۴۶ھ) نے کچھ اہل کنیسہ کے نام لکھے ہیں جنہوں نے تاریخ کے موضوع پر کتابیں لکھیں اور اس میں تاریخ روم و یونان سے بحث کی ہے۔ ان میں سے بعض سروہ ملا تھا اور بعض کو اپنے سفروں میں دیکھا تھا مثلاً: سعید بن البطرلجی جو ابن الفرات کے نام سے مشہور ہے۔ یا بطریق کرسی مارتس جو اسکندریہ میں تھا۔ اس سے فسطاط (مصر) میں ملاقات ہوئی۔ اس کی ایک کتاب تاریخ عام کے موضوع پر ہے جس میں الرافضی بائبل کی خلافت کے زمانے تک کا حال آگیا ہے۔ اسی طرح محبوب بن قسطنطین المنجی آٹنا یوسلامہب مصری، یہ بھی ایک تاریخ



کی کتاب کا مولف ہے جس میں ملوک روم اور دوسری امتوں کے حالات و واقعات آدم سے لیکر قسطنطین بن ہیلانی تک ہیں۔ اسی طرح یعقوب بن زکریا الکسکری الکاتب اور ابوزکریا ونحسا نصرانی وغیرہ۔

اس نے تاریخ کی ایک اچھی کتاب کا حوالہ دیا ہے جسے قیس المارونی نے لکھا تھا اس میں آفریش، انبیاء، کتب، امم اور ملوک روم اور ان کے اخبار ہیں یہ المکتفی کی خلافت پر ختم ہوتی ہے اس کتاب کی المسعودی نے تعریف کی ہے۔

المسعودی کہتا ہے کہ جن کتابوں میں ملوک روم اور ان کے اخبار ملتے ہیں ان کے نسخوں میں اختلاف ہے اور بادشاہوں کے نام اور مدت حکومت کا تعین کرنے میں وہ متفق نہیں ہیں۔ ان میں اکثر رومی زبان میں ہیں۔ یہ نصاریٰ کی ملکی کتابوں میں موجود ہیں حمزہ نے بھی اس اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ حمزہ نے تاریخ یونان و روم پر جو کچھ لکھا ہے اس کے سلسلے میں چار ماضی سے مدولی ہے۔ ایک تو کتاب اخبار الیونانیین جسے حبیب بن بہرہز کی تصنیف یا ترجمہ بتایا ہے دوسری تاریخ کی کتاب جو بغداد کے قاضی دکیع نے لکھی تھی۔ دکیع کہتا ہے کہ اس نے روم کی تاریخ ایک ایسی کتاب سے اخذ کی ہے جسے رومی بادشاہوں میں سے ایک نے لکھا ہے اور بعض ترجموں نے اسے رومی زبان سے عربی میں منتقل کیا تھا اس میں قسطنطین کے ابتدائی زمانے سے ۳۳۵ھ تک کے حالات الاء سے لکھے گئے جسے ایک رومی شخص نے لکھوایا جو رومی زبان لکھنا پڑھنا جانتا تھا۔ اور بڑی دقت سے عربی زبان بول سکتا تھا۔ احمد بن عبدالعزیز الدلف کا ایک فرانس تھا اس کے بیٹے یحییٰ نے ان دونوں کے درمیان ترجمان کا کام انجام دیا اس نے رومی خط میں لکھی ہوئی ایک کتاب اپنے باپ سے سن کر عربی میں منتقل کر دی۔

ابومعشر البلیخی | تیسری تالیف ابومعشر کی کتاب الالوف ہے۔ یہ جعفر بن محمد بلخی (متوفی ۴۲۷ھ)



ہے جو علم افلاک اور نجوم میں شہرت رکھتا تھا۔ اسے یورپ والے ABUMASAR کہتے ہیں۔ ابن النیم نے کتاب الالوف کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ انشی مقالات پر مشتمل تھی۔ ابن صاعد لاندسی نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور مولف کے بارے میں کہا ہے: "یہ فارس والوں کے حالات اور سائے عجم کی خبروں کا سب سے زیادہ جاننے والا تھا بروکلمان کہتا ہے کہ نیشنل لائبریری پیرس میں کتاب الادوار والالوف کا ایک خطی نسخہ موجود ہے۔ سوتر نے بھی کتاب الالوف فی بیوت العباد کا حوالہ دیا ہے جس کا ذکر البیرونی (متوفی ۴۴۰ھ) کے ہاں ملتا ہے۔ ابو معشر کی دوسری کتاب میں بھی ہیں جن میں سے کچھ لاطینی زبان میں ترجمہ ہوئیں۔ ان میں ایک کتاب المدخل لکیر الی علم احکام النجوم ہے اس کے خطی نسخے دنیا کی مشہور لائبریریوں میں پائے جاتے ہیں۔ اسے جان ہسٹینس JOHN HISPALENSIS نے ترجمہ کیا تھا۔ اسی طرح ہرالنس سکندس HERMANUS SECUNDUS اور ولمانا نے بھی ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ آگبرگ شہر (AUGSBERG) میں ۱۴۸۹ء میں چھپا تھا۔ کتاب لقرانات بھی آگبرگ ہی میں اسی سال شائع ہوئی تھی۔ مقدمہ الذکر آخری بار ۱۵۱۵ء میں شہر بند قیہ VENICE میں چھپا۔

البطری نے ابو معشر کا نام نہیں لیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اس کی کتابوں کے نقل نہیں کیا کیونکہ حمزہ نے جو کچھ لکھا وہ البطری سے مختلف ہے اس سبب ہر کہ بطری نے ان مآخذ سے حاصل کیا جن سے حمزہ نے نہیں کیا ورنہ یہ اختلاف پیدا نہ ہوتا۔ ان دونوں مورخوں کے اقوال سے اور دوسرے تاریخ نگاروں کے بیانات کی روشنی میں نتیجہ نکلتا ہے کہ مسلمان مورخوں نے یونان اور روم کی تاریخ پر خاص توجہ نہیں دی۔ جن مصنفوں کو مجبوراً اس موضوع پر لکھنا پڑا، کیونکہ یہ بہر حال تاریخ عام کا ایک باب تھا، انھوں نے ثانوی ذرائع پر اعتماد کیا۔ اصلی دستاویزیں اور بنیادی مآخذ تک ان کی رسائی نہیں ہو سکی۔ اس لئے کہ یہ مصداق لاطینی، سریانی یا افریقی زبانوں میں تھے اور اختلاف اس کی وجہ سے یہ لوگ ان سے استفادہ نہیں کر سکتے تھے۔ مجبوراً ترجموں پر بھروسہ کرنا پڑا مسلمانوں اور عیسائیوں کی ان نقصان ساز حدیثوں میں مدون ہوئے تھیں۔

SUTER: A-Z. G. M. W. VOL 31, X. 28

۱۵۱۵ء ابن لقفطی/ ۱۵۲۰ء ابن صاعد/ ۱۵۵۶ء ابن خلکان: الوفيات (طبع قاہرہ) ۱۱۲/۱ - بروکلمان ۲۲۷  
۱۰۰/۱۰۰ء انسائیکلو پیڈیا/ ۹۹ء الفہرست/ ۳۸۶ء طبقات الامم/ ۵۵۶ء بروکلمان ۲۴۵ء انسائیکلو پیڈیا/ ۱۰۰/۱۰۰

PARIS 5902, GARULLAH 1508, BERL. COD. ORIENT, SEMINAR 46 HALID EF. 541-YENI-1193  
MESH XVII. 50/ 2. BROCKELMANN. 395

۵۵۱ء یہ اس عنوان سے بھی ہے: INTRODUCTION IN ASTRONOMIAM ALBUMASARIS OCTO CONTINENS  
LIBROS PARTIALES DE ABUMASAR DE MOGNIS CONJUNCTIONIBUS ET ENNORUM REVOL-  
UTIONIBUS ... UM PROFECTIONIBUS OCTO CONTINENS TRACTATUS ENCY F. 100